باب 10

4- اسلامیات کے روایتی تدریسی طریقے

تدریس سے مراد ہے "دو ذہنوں کے باہمی معاملے کا نام"۔ اس میں ایک ذہن پختہ اور اثر انگیز ہوتا ہے اور دوسرا خام اور اثر پذیر ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تدریس ایسا عمل ہے جس کے ذریعے کسی گروہ کے پختہ کار افراد کو کم عمر اور خام طبع افراد کی رہنمائی کر کے، انھیں زندگی کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ جدید نظریے کے مطابق "طرز عمل، عادات، ذوق اور مہارتوں کی نشوونما کرنا تدریس کا عمل کہلاتا ہے"۔ ہر چیز کو سمجھنے یا سمجھانے کا انداز مختلف ہوتا ہے اور اس کے لیے ایک طریقہ ہوتا ہے۔ مناسب طریقے کے بغیر کوئی چیز سمجھنا یا سیکھنا مشکل ہے۔ تدریس دراصل ایک فن ہے، اس فن سے پتہ چلتا ہے کہ کس طریقے سے طالب علموں کی اچھی رہنمائی ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے تدریس کے کئی طریقے ہیں۔ ہر مضمون کی تدریس کے لیے کچھ طریقے مخصوص اور کچھ عام ہوتے ہیں۔

تدریس اسلامیات کے سلسلے میں اب تک جن روایتی طریقوں پر عمل کیا جا رہا ہے، ان روایتی طریقوں میں سے اہم طریقے درج ذیل ہیں۔

4.1- طریق الترجمہ (Translation Method)

ترجمے کا طریقہ زبان کی تدریس میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک پٹھان سے دوسری زبان میں متن کی تفہیم و تدریس کرنا مقصود ہو تو اسی طریقے کو

اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ طریقہ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ میں ہر دور میں اختیار کیا گیا۔ مدرسے میں بچہ اپنی زبان سے کسی نہ کسی حد تک تو واقف ہوتا ہے لیکن دیگر زبانوں خصوصاً عربی کی زبان سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے ترجمہ کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ اس کے لیے الفاظ، جملے اور نفس مضمون سے آگاہی کے لیے ان کا ترجمہ کر کے بتایا جاتا ہے۔ اگر ترجمہ نہ کیا جائے اور طالب علم کو محض ہو بہو رٹا لگوایا جائے تو آیات اور عبارات عربی کا مفہوم ان کے پلے نہیں پڑے گا۔ اگرچہ جدید طریقہ تدریس ترجمے کی بجائے براہ راست طریقے سے زبان کی تدریس کرنے کا حامی ہے لیکن ابھی تک ایسا کرنا ممکن نہیں ہوا۔ اس کی اہم وجہ ایک یہ ہے کہ زبان بھی غیر ہوتی ہے، دوسرا بول چال کا ماحول مہیا نہیں ہو سکتا۔ عربی اور اسلامیات کے سلسلے میں تو اس کی ضرورت اور اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ترجمے کے طریقے سے قرآنی آیات اور الفاظ کا مفہوم ذہن نشین ہونے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

اسلامیات کی تدریس میں ترجمے کے فوائد

کوئی بھی علم اس وقت تک مکمل طور پر اور بخوبی سمجھنا مشکل ہوتا ہے جب تک کہ اس کی زبان سے پوری آگاہی حاصل نہ کی جائے۔ اسلامی تعلیمات اور قرآن مجید کی بنیادی زبان عربی ہے، اس لیے عربی زبان سے طلبہ کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اسلامیات کے مضمون میں قرآن مجید اور احادیث عربی زبان میں پیش کی جاتی ہیں، اس لیے اگر طلبہ کو ان آیات و احادیث کا ترجمہ معلوم ہو تو وہ ان کی تشریح اپنی زبان میں بآسانی کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ طریقہ درج ذیل خصوصیات کی بنا پر اسلامیات کی تدریس میں موزوں ہے۔

(1) بچہ اپنی زبان (مادری) کے الفاظ سے کسی حد تک واقف ہوتا ہے اور غیر زبان (عربی) کے الفاظ سے ناواقف۔ چنانچہ وہ طریق ترجمہ کے ذریعے معلوم سے نامعلوم کی طرف چلتا ہے جو کہ فطری طریق تدریس ہے۔

(2) یہ آسان طریقہ ہے۔ استاد عربی زبان کا اپنی زبان میں ترجمہ کرتا ہے اور آیات وغیرہ بآسانی طلبہ کو سمجھا سکتا ہے۔

(3) اس طریقہ میں سمعی و بصری معاونات کی ضرورت زیادہ نہیں پڑتی البتہ ضرورت

پڑنے پر تقویت کے لیے ان کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(4) ضمنی فوائد میں یہ بھی ہے کہ طلبہ عربی زبان سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

(5) عربی زبان کے قواعد بھی طلبہ کی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

(6) آیات کے اصل مفہوم تک پہنچ کر اس کی اپنی زبان میں تشریح کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(7) بعض مجرد تصورات مثلاً" اللہ' صلوۃ' ملائکہ قیامت وغیرہ سمعی بصری معاونات کی مدد سے ذہن نشین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ان کو اپنی اپنی زبان کے الفاظ مثلاً" خدا' نماز' فرشتے' آخرت وغیرہ سے بآسانی سمجھایا جا سکتا ہے۔

(8) اسلامیات میں مقصود عربی زبان کا فہم نہیں ہوتا بلکہ نفس مضمون ہوتا ہے جب کہ براہ راست طریق میں نفس مضمون کی بجائے زبان پر عبور کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ اس لیے ترجمے کے طریقے میں نفس مضمون کا فہم حاصل ہو سکتا ہے۔

(9) اس طریقے میں وقت کی بچت ہوتی ہے کیونکہ نفس مضمون سامنے ہوتا ہے اور براہ راست طریق کے معاملے میں بات جلدی اور آسانی سے فہم میں آتی ہے۔

(10) ترجمہ کا طریق اس بنا پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ انسان عبادات میں اس بنا پر خشوع و خضوع پیدا کر سکتا ہے کہ اس سے آیات کا مفہوم فرد کے ذہن میں ہوتا ہے۔ وہ محض رسم کی ادائیگی کی بجائے عبادت کے دوران اس کا مفہوم سمجھ رہا ہوتا ہے' جو تلاوت کر رہا ہوتا ہے اسے معلوم بھی ہوتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ یوں یہ طریقہ مسلمان کو سچا اور پختہ مسلمان بنانے میں مدد دیتا ہے۔

خامیاں / نقصانات

اس طریقہ میں بعض خامیاں بھی موجود ہیں۔

1- اس طریقے میں عموماً" مشق کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے جو کہ تعلیم کی پختگی کے لیے بہت ضروری ہے۔

2- ترجمے کے کئی طریقے ہیں۔ اس امر کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ کس مرحلے پر کون سا طریقہ موزوں ہے مثلاً" آیات قرآنی کے ترجمے میں پہلے قواعدی جزئیات کا ترجمہ چاہیے پھر لفظی ترکیبات کا ترجمہ اور پھر فکری انداز سے ترجمہ کرنا چاہیے۔

3- طلبہ عموماً" لفظی ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں اور زبان کی لطافتوں' تشبیہات اور استعارات سے نا آشنا رہتے ہیں اور یوں مفہوم کو صحیح طور پر سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

4- عام طور پر دیگر تراجم قرآن سے مدد لی جاتی ہے ان میں سے بعض کسی مخصوص نظریے کے تحت ترجمہ کیے ہوتے ہیں یوں طلبہ تک صحیح ترجمہ نہیں پہنچتا۔

5- طلبہ عموماً" نصابی آیات تک محدود رہتے ہیں اور فن ترجمہ کی صلاحیت کو فروغ و تربیت نہ ہونے سے وہ اضافی طور پر نہیں سیکھ سکتے۔

6- اس طریقے میں سمعی و بصری اعانات زیادہ استعمال نہیں ہو سکتے۔

7- یہ طریقہ غیر دلچسپ اور بے جان ہوتا ہے یعنی کسی خاص محرک کے تحت تعلم نہیں ہوتا۔

طریق ترجمہ کے اصول

اسلامیات میں قرآن مجید اور احادیث کے ترجمے میں عام طور پر متن کے مقابلے میں دوسرا متن پیش کیا جاتا ہے۔ یہ موزوں طریق نہیں۔ اس لیے تجزیاتی لفظی ترجمے کے ساتھ ساتھ بامحاورہ ترجمے کے طریقوں کو بھی اپنایا جائے۔ ترجمے کے اہم اصول درج ذیل ہیں۔

(الف) تجزیاتی یا قواعدی تحلیل

ترجمہ کرتے ہوئے آیت کو پڑھا جائے۔ آیت کا لغوی یا قواعدی تجزیہ کیا جائے۔ الفاظ کی نشست' ترکیب اور جملہ بندی کے رموز سے آگاہ کیا جائے پھر ان کی مدد سے پورا جملہ بنایا جائے۔ عربی زبان چونکہ زیادہ بنیادی مادوں سے بنی ہے اس لیے طلبہ میں لفظی مادے کا فہم پیدا کیا جائے اور حرفی عمل سے آگاہ کیا جائے۔ اس طرح ہر مادے یا تعریف کے معنی' ترکیب یا مرکب کے معانی اور ان کی نحوی ترتیب سے آگاہ کیا جائے اور پھر اردو میں اس کی ترتیب و انداز بتایا جائے۔

(ب) لفظی یا جزوی ترجمہ

ہر لفظ کا ترجمہ بتایا جائے اور اس کا مفہوم بتایا جائے پھر اس کو اجزائی صورت

میں دکھایا جائے اور پھر اردو جملے کی ترتیب سے ان اجزا کو بدلا جائے۔

(ج) بامحاورہ ترجمہ

لفظی ترجمہ کرتے ہوئے عربی محاوروں کو عربی ثقافت اورماحول کے پس منظر میں پیش کیاجائے اور بتایا جائے کہ جب صحابہؓ یہ کہتے تھے "میرے ماں باپ قربان" تو یہ بطور روز مرہ استعمال کرتے تھے جس کا مطلب "عزیز تراز جان رکھنا" ہے اردو میں یہ روزمرہ اس طرح استعمال نہیں ہوتا یہاں "میں قربان ہو جاؤں"، "میری جان نثار" وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ طلبہ کو ہر فکری پس منظر سے آگاہ کیاجائے اور کسی فکر یا خیال کو پیش کرنے کا متبادل طریقہ بتایا جائے۔ اس طرح عربی زبان کے قواعد، حرف و نحو روزمرہ محاوروں سے آگاہی کے ساتھ ساتھ نفس مضمون سے بھی آگاہی حاصل ہو گی۔

4.2- تقریری طریقہ (Lecture Method)

تقریری طریقہ ابتدائے نسل سے رائج ہے۔ اس طریقہ میں استاد تقریر کے ذریعے تمام حقائق طلبہ کے سامنے واضح کر کے پیش کرتا ہے۔ معلم اس میں فعال اور طلبہ غیر فعال ہوتے ہیں۔ معلم تمام معلومات اور حقائق کو ایک منظم ترتیب کے ساتھ اور باہم مربوط کر کے اپنی زبان میں ایک خاص تسلسل اور قابل فہم روانی حالت میں بیان کرتا ہے۔ طلبہ خاموشی سے تمام لیکچر یا تقریر کو سنتے ہیں اور اپنی ذہنی استعداد کے مطابق اہم نکات نوٹ کرتے جاتے ہیں۔ اس طریقہ میں صدیوں سے وقت کے ساتھ ساتھ ترامیم و اصلاحات کی گئی ہیں جیسا کہ بعض اساتذہ کے خیال میں تقریر کے دوران (درمیان میں) کوئی طالب علم سوالات نہ کرے اور بعض کے نزدیک اگر طالب علم کو کوئی نکتہ سمجھ میں نہ آئے تو وہ درمیان میں موقع پر ہی استاد سے سوال کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ استاد تقریر کا کچھ حصہ مکمل کرنے کے بعد خود بھی طلبہ سے سوال کرتا ہے اور ان کی فہم و ادارک اور معلومات کا جائزہ لے کر آگے چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں نئی نئی تبدیلی لانے کا کام جاری رہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طریقہ سے تعلیم دی جو معلم اعظم کے درجہ پر فائز ہیں اور ان کا انداز اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ ہر ذی شعور فرد آسانی سے

ان کی فرمائی گئی باتوں کو سمجھ لیتا۔ ان کی تقریر نہایت نرم و شیریں واضح اور مختصر مگر جامع ہوتی۔ زبان فصیح اور سادہ اور رفتار درمیانہ ہوتی، آواز معتدل اور صاف، جس نکتہ پر زور دینا چاہیے اس کو بیان کرنے کے بعد قدرے توقف کرتے تاکہ سامع کے دل و دماغ میں پوری طرح اتر جائے۔ غرض یہ کہ تقریر الفاظ کے انتخاب و انداز سے مکمل آراستہ ہوتی۔

تقریری طریقہ کے ذریعہ بعض مضامین کو پڑھانا ضروری ہوتا ہے، مثال کے طور پر تاریخ، جغرافیہ، شہریت وغیرہ۔ اسلامیات کے مضمون میں تاریخ (اسلام) اور اخلاقیات کا حصہ اسی طریقہ سے پڑھایا جاتا ہے۔ ہر استاد اپنے انداز سے اس طریقہ کو اختیار کرتا ہے۔ تقریری طریقہ کے موثر ہونے کے لیے بنیادی اور اہم چیز یہ ہے کہ اس کو کن حالات میں اور کس طرح اختیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اساتذہ اس کو اپنے اپنے انداز سے اختیار کرتے ہیں۔ ایک انداز وہ بھی ہے جو واعظین عموماً نماز جمعہ یا عیدین پر خطبہ میں اختیار کرتے ہیں۔ سامعین تقریر کی بے ربطی، طوالت اور بعض اوقات ناقابل فہم معیار کی بدولت پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے اور کچھ بھول جاتے ہیں اور کچھ یاد رکھتے ہیں۔ اسی طرح تدریس اسلامیات میں اکثر استاد طلبہ سے کتاب پڑھوا کر یا خود پڑھ کر تعلیم دیتے ہیں اور جو کتاب میں ہوتا ہے اس کو ہو بہو اسی حالت میں پڑھا کر اپنے فرائض سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقہ مناسب نہیں ہے، استاد کسی مولوی یا واعظ کی مانند یا کتاب کی مدد سے پڑھانے سے گریز کرے کیونکہ اسے (استاد کو) تو محض اپنی معلومات یا علمیت کا اظہار کرنا نہیں بلکہ نفس مضمون کو حتی الامکان موثر اور قابل فہم انداز میں ترتیب دے کر طلبہ کے تعلم کا ایک حصہ بنانا ہوتا ہے۔

تقریری طریقے کے اصول

(1) مختصر اور جامع ہو

تقریر کے ذریعے طلبہ کو معلومات مع مکمل توضیحات پہنچانا ہوتی ہیں۔ اس لیے استاد کی تقریر مختصر اور جامع ہو اور تمام معلومات اس انداز سے باہم مربوط اور منظم انداز میں ترتیب دے کر تقریر کی جائے کہ کلاس میں تمام طلبہ اپنی سمجھ بوجھ اور ذہنی

استعداد کی صلاحیت کے مطابق تقریر سے مکمل معلومات اور حقائق جان سکیں۔ تقریر نہ زیادہ مختصر ہو اور نہ زیادہ طویل کیونکہ طوالت سے بھی طلبہ بوریت اور تھکن کا شکار ہو سکتے ہیں۔

(2) موزوں الفاظ کا استعمال

تقریری طریقہ چونکہ تمام معلومات کو ایک موزوں انداز اور منظم ترتیب میں طلبہ تک پہنچانے کے لیے ہوتا ہے اسی لیے ضروری ہے تقریر میں الفاظ موزوں، قابل فہم اور ایک دوسرے سے ربط کے حامل ہوں اور طلبہ ان کی مدد سے سلسلہ بہ سلسلہ معلومات حاصل کرتے جائیں، اس لیے زبان آسان اور موزوں ہو۔ شگفتہ اور سلیس انداز میں ادا کردہ الفاظ سے طلبہ نفس مضمون بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے لیے مشکل الفاظ و جملے استعمال نہ کیے جائیں اور خاص انداز (لب و لہجہ) سے ان کی ادائیگی کی جائے۔

(3) دلچسپ اور موثر انداز

استاد اس انداز سے نفس مضمون کو بیان کرے کہ طلبہ اس میں دلچسپی لیں اور سبق کی تدریس موثر ہو جائے۔ اس کے لیے معلم ایک جیسا انداز اپنائے ہوئے تقریر پوری نہ کرے بلکہ جہاں جہاں مناسب سمجھے اپنی تقریر کو مختلف طریقوں سے دلچسپ اور موثر بنانے کی کوشش کرے مثلاً سوال و جواب، مباحث وغیرہ۔ اس طرح طلبہ بوریت یا اکتاہٹ محسوس کرنے کی بجائے سبق میں مسلسل دلچسپی لیتے ہیں اور ان کی توجہ برقرار رہتی ہے۔

(4) مربوط اور مسلسل انداز

بے ربط، غیر مسلسل انداز سے اگر تقریر طلبہ کے سامنے پیش کی جائے تو طلبہ اس میں پوری دلچسپی بھی نہیں لیں گے اور بے ربط مواد اور کسی تسلسل کے بغیر بیان کردہ معلومات کو اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکتے اور اس طرح طلبہ اس انداز سے اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ربط اور تسلسل کے لیے ضروری ہے کہ معلم اپنی توجہ

مرکزی نقطہ کی طرف مرکوز رکھے اور ادھر ادھر نہ بھٹکے۔ بار بار اٹکنا اور ٹھہرنا بھی ربط اور تسلسل کو توڑنے کا سبب بن جاتا ہے نیز جلد بازی اور تیز تیز بولنا بھی مناسب نہیں اس کے لیے موزوں انداز یہ ہے کہ درمیانی رفتار سے مسلسل اور منظم انداز سے بولیں اور تمام نکات ترتیب اور باہم مربوط طریقہ سے بیان کیے جائیں۔

(5) موقع کی مناسبت سے لب و لہجہ میں تغیر اور جذبات کا اظہار

تقریر کے دوران استاد کو یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ موقع محل کی مناسبت سے جہاں کوئی ضرورت پڑے تو اپنی آواز میں اتار چڑھاؤ یا سوز و گداز پیدا کرے اور ساتھ ہی اپنے چہرے کے تاثرات سے ان کا اظہار بھی کرے۔ جیسے خوشی کا کوئی واقعہ بیان ہو رہا ہو، بہادری کا ذکر ہو رہا ہو یا کہیں غم یا افسوس ناک واقعات کی تفصیل بتائی جا رہی ہے تو آواز (لب و لہجہ) میں مناسب انداز سے موقع کے مطابق تغیر کے ساتھ ساتھ اپنے چہرے کے تاثرات کو بھی ظاہر کرے، اس طرح طلبہ پر تقریر موثر انداز میں واقعاتی ماحول یا فضا پیدا کر سکتی ہے اور وہ پوری توجہ سے اس کو سن کر سمجھ سکتے ہیں۔

(6) اہم نکات پر زور

تقریر کے دوران جہاں اہم نکات کو واضح کرنے کی ضرورت پڑے تو وہاں معلم ان پر زور دے کر بیان کرے اور ساتھ ساتھ تختہ سیاہ پر اہم نکات لکھے۔ ان کی مناسب تشریح یا وضاحت پر زور انداز میں کرے اور طلبہ ساتھ ساتھ نوٹ کرتے جائیں۔ بعد میں ان نکات کے ذریعے طلبہ کی فہم اور معلومات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر ان کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تقریر کے دوران ضرورت پڑنے پر اہم نکتہ کو زور دے کر بیان کرتے اور پھر تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے تاکہ سامع کے دل و دماغ میں پوری طرح اتر جائے۔

(7) تقریر میں جانی پہچانی مثالوں کا ذکر ہو

معلم کو چاہیے کہ جہاں ضرورت پڑے اپنی تقریر میں جانی پہچانی مثالوں کی مدد

لے اور ان کی مدد سے بات کی وضاحت کی جائے اور اگر ضرورت پڑے تو موضوع کو مزید واضح کرنے کے لیے کہانی یا قصہ آسان و دلچسپ انداز میں بیان کیا جائے اس طرح طلبہ پوری طرح توجہ اور دلچسپی سے بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

(8) سابقہ معلومات سے ربط

تقریری طریقہ چونکہ زیادہ تر استاد کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ طلبہ صرف خاموشی سے سن کر فہم حاصل کرتے ہیں' اس لیے یہ اسی وقت موثر ہو سکتا ہے کہ جب طلبہ کی سابقہ معلومات کو ملحوظ رکھ کر نئی معلومات دی جائیں اور تقریر کا آغاز اسی سطح سے کیا جائے جس پر طلبہ کی سابقہ معلومات موجود ہوں۔ تدریس کا اصول ہے کہ طلبہ کو معلوم سے نامعلوم کی طرف مقرون سے مجرد کی طرف لے جایا جائے اور یہ طلبہ کی سابقہ معلومات سے مربوط کر کے سبق شروع کرنے سے ہو سکتا ہے۔

(9) سمعی بصری اعانات کا استعمال

تقریر میں معلم کا مسلسل بولے چلے جانا اور طلبہ کو صرف زبانی معلومات دینا ان میں اکتاہٹ کا سبب بن جاتا ہے۔ اگر سبق کے دوران اہم مقامات پر سمعی بصری اعانات کی مدد سے اہم نکات کو واضح کیا جائے تو اس سے طلبہ میں دلچسپی بھی پیدا ہوتی ہے اور دوسرا سبق موثر اور زیادہ مفید ہو جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے طلبہ میں سیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسلامیات کے سبق میں استعمال کے لیے خاکے' تصاویر' ریڈیو' ٹیپ ریکارڈ اہم اعانات ہیں۔

(10) جمہوری ماحول اور ہمدردانہ رویہ

تقریر کے دوران جمہوری ماحول پیدا کرنا اگرچہ مشکل ہوتا ہے لیکن استاد اگر دوست' رہنما' ہمدرد بن کر گفتگو کرے اور صرف اپنی بات پر زور دینے کی بجائے طلبہ کی طرف سے کوئی سوال و جواب' مباحثے کی آزادی دے تو اس طرح ایک تو جماعت میں جمہوری ماحول کی نشوونما ہو گی اور دوسرا طلبہ اپنی شرکت سے تدریس کو مزید موثر اور مفید بنا سکتے ہیں اور یوں تعلم بہتر ہو سکتا ہے۔ بعض اساتذہ اپنا پورا لیکچر ختم کرنا

چاہتے ہیں تاکہ ان سے کوئی نکتہ رہ نہ جائے لیکن اگر استاد صرف اہم نکات اور ان کی وضاحت زیادہ اور موثر انداز سے کرے تو اس طرح تدریس کے نتائج دور رس اور مفید ہوں گے۔

(11) طلبہ کی قرات

استاد کی تقریر ہی معلومات کو مکمل اور واضح طور پر طلبہ تک منتقل کرنے کے لیے کافی نہیں بلکہ تقریر کے بعد یا دوران میں طلبہ سے اگر سبق پڑھوایا جائے تو اس طرح تدریس موثر ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر استاد نماز پر لیکچر دے رہا ہے تو پہلے کلاس میں اپنی تقریر کے دوران ان کو پوری معلومات بہم پہنچائے اور اختتام پر کتاب سے نماز کا سبق پڑھوا کر سبق کے کئی پہلوؤں کو تقویت فراہم کر سکتا ہے۔ اس طرح طلبہ نے جو سنا ہوتا ہے اس کو دیکھ کر مشکل نکات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یوں طلبہ کا تعلم پورا ہو سکتا ہے۔

ان اقدامات یا اصولوں کی مدد سے ہر معلم اسلامیات کے اسباق کو تقریری طریقہ کی مدد سے آسان اور بہتر انداز میں طلبہ کو پڑھا سکتا ہے۔ استاد مفید تدریس اور اس کے بہتر نتائج کا حامل اسی وقت ہو سکتا ہے جب استاد صحیح معنوں میں تیاری کر کے اور ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر سبق پڑھائے۔

تقریری طریقے کی خوبیاں

(1) تقریری طریقہ کے ذریعے طلبہ کو ایک جگہ اکٹھا کر کے آسانی سے معلومات دی جا سکتی ہیں اور بغیر کسی اضافی خرچ یا مخصوص لیبارٹری یا کمرے کے بیک وقت تھوڑے وقت میں بہت سے طلبہ کو سبق سمجھایا جا سکتا ہے۔
(2) استاد بآسانی اور بغیر کسی مشکل کے تیاری کر کے سبق طلبہ کو پڑھا سکتا ہے۔
(3) اس کے ذریعہ مربوط معلومات کو صحیح انداز میں پیش کر کے پڑھایا جا سکتا ہے اور طلبہ کو متوجہ کرنے کے لیے دلچسپی کئی طریقوں سے پیدا کی جا سکتی ہے۔
(4) عمدہ اخلاقی اور معلوماتی درس دیا جا سکتا ہے۔
(5) عبارت (اسلامیات - عربی) کی تشریح بآسانی کی جا سکتی ہے۔

(6) اس طریقے کو دوسرے کسی طریقہ سے باہم ملا کر تدریس کی جا سکتی ہے۔
(7) طلبہ کے سامنے حالات، واقعات کا ہو بہو نقشہ کھینچ کر بیان کرنے سے تدریس موثر اور تعلم پختہ ہو سکتا ہے۔

تقریری طریقے کی خامیاں

(1) اس طریقہ میں استاد چونکہ تمام سبق بیان کر کے طلبہ تک پہنچاتا ہے اور طلبہ خاموشی سے غیر فعال کردار ادا کرتے ہیں جبکہ آموزش فعالی عمل ہے اور طلبہ دلچسپی کا مظاہرہ بھی نہیں کرتے۔
(2) طلبہ کے سامنے واقعات کو صرف بیان کر کے سمجھانا مشکل کام ہے اور یہ صرف زبان و بیان پر عبور رکھنے والا معلم ہی استعمال کر سکتا ہے۔
(3) فن تقریر اور اس کے لیے ضروری لب و لہجہ اور چہرے کے تاثرات کے اظہار کی قوت کا ہونا ضروری ہے اس کے بغیر یہ طریقہ غیر موثر ہوتا ہے۔
(4) تقریر سے طلبہ کی ذہنی استعداد کا ہم آہنگ ہونا ضروری ہے ورنہ ان کے سامنے تقریر کرنے سے کوئی بات ان کی فہم میں آنا مشکل ہے۔
(5) بعض سائنسی نکات اور پیچیدہ اصطلاحات کی تشریح اور فہم دینا مشکل ہے۔
(6) طلبہ کو اپنے طور پر خیالات کے اظہار کا موقع نہ ملنے سے بہتر آموزش نہیں ہو سکتی۔

4.3- منطقی طریقہ (Logical Method)

اس طریقے میں بنیادی طور پر دو طریقوں کو ملا کر تدریس کی جاتی ہے۔ منطق میں دو مشہور زمانہ استقرائی اور استخراجی طریقے استعمال ہوتے ہیں ان میں استقرائی طریقہ زیادہ قابل قبول اور سائنسی ہے۔ استخراجی طریقہ تحلیلی یا تجزیاتی طریقہ بھی کہلاتا ہے جو اصولوں، قاعدوں اور ریاضی کے فارموں کے لیے بہتر رہتا ہے۔

اسلامیات میں عام طور پر استخراجی (Deductive) اور استقرائی (Inductive) طریقوں کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں طلبہ کو نفس مضمون براہ راست نہیں بتایا جاتا بلکہ پہلے ایک مثال کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور پھر اس تجزیے کا اطلاق بہت سی

مثالوں پر کیا جاتا ہے اس میں اطلاق یا استقرائی انداز میں سوالات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو طلبہ کی ذہنی سطح کے برابر استعمال کیا جاتا ہے اور طلبہ کی سابقہ معلومات کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔

اگر استخراجی اور استقرائی طریقوں کا موازنہ کریں تو ہمیں منطقی طریقہ کے بارے میں صحیح رائے کا پتہ چلے گا۔ استقرائی طریقہ میں پہلے مسئلے کو یا کسی حقیقت کو پوری طرح سمجھ کر اس کے بعد متعلقہ حقائق و شواہد کی تلاش کی جاتی ہے پھر جمع شدہ ان حقائق و شواہد کی پوری احتیاط سے چھان بین کر کے ان کا موازنہ کرتے ہیں اور متعلقہ و غیر متعلقہ باتوں کو جدا کر کے مطلوبہ مواد اکٹھا کرتے ہیں اور اس میں قطع و برید کر کے منظم ترتیب دے کر نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے اور پہلے سے جمع شدہ حقائق و شواہد کی مدد سے خاکہ بھی تیار کیا جاتا ہے۔ اب ان کے ذریعے کوئی عام اصول یا کلیہ اخذ کیا جاتا ہے۔

استخراجی طریقہ میں کوئی نظریہ جو پہلے سے موجود ہو اس کی صداقت کو جانچنے کے لیے خاص واقعات کا موازنہ کیا جاتا ہے یہ ہر قسم کے مسئلہ میں پہلا قدم ہے کیونکہ وجود کا احساس نہ ہونے سے اس کے حل اور شعور کا احساس حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے مسئلہ کی اصل نوعیت جان کر اس کو حل کرنے اور تجزیاتی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور فیصلہ غلط ہونے کی صورت میں نیا حل تجویز کر کے یہی عمل دہرایا جاتا ہے یعنی اس میں سابقہ تجربات کی تصدیق کی جاتی ہے چنانچہ منطقی طریقہ ان دونوں کے اشتراک سے وجود میں آتا ہے۔ اس کو مسئلی طریقہ بھی کہتے ہیں۔

طریق کار

اس میں معلم اعلان سبق کے بعد طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق اپنے سبق کا آغاز کر کے طلبہ کو ایک حل شدہ مثال بتاتا ہے جس میں کوئی اصول یا قاعدہ موجود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ چند ایک مثالیں دے کر اس کلیے کی وضاحت کی جاتی ہے اور پھر جنگ احد کے سبق کا آغاز کر کے طلبہ کو مختلف سوال و جواب کے ذریعے جنگ احد میں مسلمانوں کے احوال اور نتائج سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کامیابی کا دارومدار سوالوں پر ہوتا ہے نیز طلبہ جو جوابات

دیں گے ان کو مسترد یا نظر انداز کیے جانے پر بھی ہے۔ جن کے جوابات تدریس کے لحاظ سے اچھے اور مفید ہوں ان کی تعریف و تحسین کی جائے، غلط جواب دینے والوں کی سرزنش نہ کی جائے تاکہ وہ غلط جواب کے ڈر سے جواب نہ دے سکیں ان کو مجبور نہ کریں۔ طلبہ کے جوابات کو موضوع سے مربوط کرنے کے لیے مہارت اور دور اندیشی کا ہونا ضروری ہے کیونکہ پہلے طلبہ کی ذہنی سطح، لیاقت، قابلیت، عمر اور ماحول کا صحیح اندازہ لگانا پڑتا ہے پھر سوالات کرنے کے لیے بہتر طریق کار کا ہونا ضروری ہے۔ سوالات جتنے مناسب اور موزوں ہوں گے نفس مضمون اتنا ہی کامیابی کے ساتھ موزوں طریقے سے طلبہ کے ذہنوں میں منتقل ہو سکے گا۔ یہ طریقہ سقراط کا ایجاد کردہ ہے۔ اس میں طلبہ سے ایسے سوالات کیے جاتے ہیں جو فکر انگیزی کا کام دیتے ہیں۔

سوالات کی نوعیت

اس طریقہ کا دارومدار طلبہ سے کیے گئے سوالات کی روشنی میں منتقل کردہ مواد پر ہوتا ہے۔ استاد کے لیے سوالات پر غور و فکر کرنا اور انھیں منطقی انداز سے مرتب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ سوالات کا معلوم سے نامعلوم کی طرف اور محسوس سے غیر محسوس کی طرف ہونا ضروری ہے۔ اس لحاظ سے سوالات کو درج ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے:

1- سوالات آسان، واضح اور غیر مبہم ہوں۔
2- ایک سوال صرف ایک نکتے کے بارے میں ہو۔
3- سوال فکر انگیز ہو تاکہ ان طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو مشق کا موقع ملے۔
4- سوال مختصر اور جامع ہوں۔
5- سوال کی بناوٹ ہی صحیح جواب کی نشان دہی کرتی ہو۔
6- سوال کا جواب مختصر طور پر دینا ممکن ہو۔
7- تمام سوالات منطقی طور پر مربوط ہوں یعنی پہلے سوال کے جواب پر مبنی دوسرا سوال کیا جائے۔
8- سوالات کے جوابات معلم خود بھی پہلے سے تیار کرلے۔

4.4- مباحثی طریقہ (Discussion Method)

بحث و مباحثہ سے حل نکالنا ایک قدیم طریقہ ہے اور آج بھی یہ طریقہ مروج اور مستعمل ہے۔ تدریس میں اگر بحث و مباحثہ منظم انداز میں ہو تو بہترین ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس میں استاد ایک نکتہ یا موضوع بیان کرتا ہے اور طلبہ کو اس پر اپنی سابقہ معلومات کی بنا پر بحث و مباحثہ کی دعوت دیتا ہے اور آخر میں استاد خود اس کی مکمل اور صحیح وضاحت کرتا ہے اور دلائل کو مستحکم کرتا ہے۔ یعنی اکثر موضوع کے حق میں یا مخالفت میں بولنے کی دعوت دے کر استاد آخر میں بحث سمیٹ کر موضوع کے بارے میں حتمی رائے (خوبیاں یا خامیاں) بیان کرتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں حیثیت

اسلام کی تاریخ میں مباحثی طریقہ کو تعلیم میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ آپؐ کی زندگی میں ایسے کئی مواقع آئے کہ آپؐ نے مسئلہ پر سب صحابہؓ کو آزادانہ اظہار رائے کا کہا اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچ کر اس پر عمل کیا مثلاً" آپ سوال کرتے کہ تم جانتے ہو پہلوان کون ہے۔ صحابہؓ مختلف جواب دیتے آخر میں آپؐ فرماتے "نہیں پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس کو پچھاڑ دے"۔ اس طرح طلبہ کو اسلامی مدارس میں موضوع دے کر باہمی مباحثے اور مناظرے کی دعوت دی جاتی ہے اور یوں ان کی نکتہ آفرینی، فن تقریر اور قوت استدلال نکھر آتی ہیں۔ اسی طرح استاد طلبہ کو گفتگو اور نقطہ نظر بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو طلبہ آزادانہ ماحول میں مسائل وغیرہ پر گفتگو کرنے اور بحث کرنے کے اہل ہو جاتے ہیں اور تعلیمی میدان میں ترقی کرتے ہیں۔

مباحثی طریقے کے اصول

جماعت میں تدریس اسلامیات کے دوران درج ذیل اصولوں کو مدنظر رکھا جائے۔

1- موضوع مفید اور طلبہ سے متعلقہ ہو

طلبہ اسی موضوع کے بارے میں سننا، بات کرنا یا سوچنا پسند کرتے ہیں جس سے ان کو دلچسپی ہو اور وہ انھیں کوئی فائدہ دے سکتا ہو اس لیے موضوع کا نفس مضمون کے اعتبار سے مفید ہونا اور اسے طلبہ کے مزاج کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

2- طلبہ کی عمر اور استعداد کے مطابق اور واضح ہو

بحث و مباحثہ اسی وقت فائدہ مند اور کامیاب ہو گا جب وہ بچوں کی عمر اور ذہنی استعداد کے عین مطابق ہو گا۔ اس طرح وہ اس کے بارے میں اپنی فکری صلاحیتوں سے کام لے کر اپنی رائے حق یا مخالفت میں بیان کریں گے اور جو موضوع سمجھانا مقصود ہے وہ بھی بآسانی ان کی سمجھ میں آ جائے گا اور واضح ہونے سے وہ آسانی سے اپنی آموزش کر سکتے ہیں۔

3- ماحول آزادانہ ہو

بحث و مباحثہ کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ کو موضوع دے کر انھیں آزادانہ ماحول میں اپنی رائے کا اظہار کرنے دیا جائے اور وہ بغیر کسی دباؤ یا جھجک کے دوسروں کو اپنی رائے بیان کر سکے۔ اس طرح کلاس میں جمہوری ماحول قائم کرنے میں بآسانی ہو گی۔

4- بحث کرنے والے موضوع کے بارے میں مخلص اور سنجیدہ ہوں

اس طریقے سے فائدہ اٹھانا تب ممکن ہو گا جب طلبہ جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں وہ اس کی نوعیت و افادیت سے آگاہ ہوں اور مخلصانہ اور سنجیدہ طور پر بحث میں حصہ لیں۔ اس لیے استاد پہلے ان کو موضوع کی افادیت اور مقاصد بتا دے ورنہ طلبہ اس کو صرف وقت گزارنے کا بہانہ سمجھ سکتے ہیں۔

5- طلبہ ایک دوسرے کی صحیح رائے تسلیم کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں

بحث کے دوران چونکہ ہر طالب علم اپنی انفرادی سوچ اور ذہنی استعداد کے

مطابق رائے کا اظہار کرتا ہے اور جو غلط یا درست ہو سکتی ہے اس لیے کلاس میں ایسا ماحول ہونا چاہیے کہ طلبہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے سنجیدہ رہیں اور جو رائے موضوع سے متعلق صحیح ہو اس کو بلا تردد تسلیم کر لیں۔ ان میں دوسرے کی رائے کو تسلیم کرنے اور احترام کا جذبہ موجود ہو۔

6- طلبہ کو گروہوں میں تقسیم کرنا

مباحثی طریقے کو مفید بنانے کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ کو گروہوں میں تقسیم کر کے پورے نظم و ضبط کے ساتھ ہر ایک کو باری باری گفتگو کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس طرح کلاس میں نظم و ضبط اور بحث کے نکات میں ترتیب ہو سکتی ہے۔

7- طلبہ کی رائے کا خوش گوار رد عمل

بحث و مباحثے کے دوران اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جو بھی رائے طلبہ کی طرف سے دی جا رہی ہے، دوسرے طلبہ اور استاد اس پر خوشگوار رد عمل کا اظہار کریں۔ اگر ایک لڑکا اچھی اور مفید رائے کا اظہار کرتا ہے تو اس کی تائید اور تحسین کے ذریعے حوصلہ افزائی کی جائے اور اگر کوئی رائے غلط ہو تو اس کو رد کرتے ہوئے تحقیر کا پہلو نہ نکالا جائے اور نہ ہی کسی منفی رد عمل کا اظہار ہو بلکہ ان کو بہتر انداز میں دوبارہ کوشش کی ترغیب دی جائے۔ اس کے علاوہ طالب علم کو اپنے فطری انداز، لہجے اور تلفظ کے ساتھ بولنے کا موقع دیا جائے اور غلطیوں کو نوٹ کر کے معلم بعد میں تصحیح کر دے۔

8- بحث کے اختتام پر استاد کی گفتگو

جب تمام طلبہ بحث ختم کر لیں تو آخر میں استاد ان تمام نکات کو مجتمع کر لے اور موضوع پر متوازن اور جامع گفتگو کرے اور ہر طالب علم کے نکات (رائے) کو بھی ساتھ بیان کر کے حتمی اور موثر طور پر وضاحت کرے۔

مباحثی طریقے کی خوبیاں

1- اس طریقہ سے طلبہ میں اپنے نقطہ نظر کو ترتیب دینے کی صلاحیت ابھرتی ہے اور وہ بہتر انداز میں بیان کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔
2- طلبہ کو اظہار رائے کا موقع ملتا ہے اور اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی جھجک دور ہوتی ہے۔
3- طلبہ کو اپنے دوسرے ساتھیوں کی آرا سننے کا موقع ملتا ہے۔
4- مختلف آرا کا موازنہ کر کے اچھی رائے کی پرکھ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔
5- طلبہ کے اندر اسلام کے بارے میں زیادہ جاننے کا شوق اور تحقیق اور جستجو کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
6- مل جل کر بحث کرنے سے اجتماعی شعور اور ملی و جمہوری احساس پیدا ہوتا ہے۔
7- مختلف اسلامی موضوعات کے تمام پہلو طلبہ کے سامنے آتے ہیں اور نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔
8- عام نصاب سے ہٹ کر طلبہ کی تدریس ہوتی ہے اور ان میں اسلام پر غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ان کے ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔
9- طلبہ میں مخالفین کی رائے سننے اور گفتگو کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔
10- طلبہ کی ذہنی ورزش ہوتی ہے اور وہ اچھے خطیب، استاد، سائنس دان وغیرہ بن سکتے ہیں اور اپنے خیالات کو وسعت دینے اور تحقیق کا جذبہ ابھرتا ہے۔
11- طلبہ میں کتابی کیڑا بننے اور اندھی تقلید کی بجائے خود پرکھ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور اس طرح وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کر سکتے ہیں۔
12- دوسروں کا احترام کرنے، باصلاحیت طلبہ کی صلاحیتوں سے باخبر ہو کر فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔ اسی طرح نظم و ضبط اور معاشرتی نشوونما کا موقع ملتا ہے۔

مباحثی طریقے کی خامیاں

1- بعض اوقات طلبہ میں خبط بحثی یا کج بحثی کی عادت پڑ جاتی ہے۔
2- بعض طلبہ اس آزادی رائے کو غلط استعمال کرتے ہیں۔

3- بعض دفعہ طلبہ ہٹ دھرم اور ضدی ہو جاتے ہیں۔
4- بعض اوقات نامناسب اور غیر موزوں لب و لہجہ استعمال کیا جاتا ہے اور طلبہ دوسروں کا مذاق اڑانے اور حقیر سمجھنے کا موقع پاتے ہیں۔
5- تیز اور ہوشیار طلبہ متوسط طلبہ کو سامنے آنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔
6- متوسط اور متوسط سے کم استعداد کے طالب علموں میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور طلبہ میں انتشار اور بد نظمی پیدا ہو سکتی ہے۔
7- اس طریقہ کو تعلیمی فائدے کی بجائے محض تفریح سمجھا جاتا ہے۔
8- بحث طویل ہونے سے وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔
9- بعض ذہن ہونے کی وجہ سے جمہوری رائے کا احترام نہیں کرتے اور اس طرح طلبہ میں گروپ بندی پیدا ہو جاتی ہے۔

5.4- تفویضی طریقہ (Assignment Method)

تفویضی طریقہ خصوصاً ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں میں تدریس اسلامیات کے لیے بہت موزوں ہے۔ اس میں معلم اہم موضوع پر گفتگو کرتا ہے اور طلبہ میں اس کے لیے دلچسپی پیدا کرتا ہے اور ان میں تفویض کو سرانجام دینے کا صحیح شعور پیدا کرتا ہے۔

تفویض ایک طرح سے غیر رسمی تعلیمی عمل کی حامل ہوتی ہے اور اس کی مدد سے آزادانہ آموزش و تعلیمی مقصد کو بڑھایا جاتا ہے۔ یہ تحریکی ہوتی ہے۔ یہ آموزش کو بڑھاتی ہے۔ تدریس اسلامیات میں طلبہ کے سامنے معلم موضوع پر گفتگو کر کے بنیادی معلومات اور دلچسپی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور پھر ان کی رہنمائی کے لیے ان کو متعلقہ حوالہ جات کی کتب و رسائل کے بارے میں بتاتا ہے۔ اس کے لیے وہ ان کو موضوع کا تفصیلی خاکہ بتاتا ہے اور پھر مواد جمع کرنے اور ترتیب دینے کا کام طلبہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ طلبہ اس پر ایک مضمون، مشق یا مقالہ تحریر کرتے ہیں۔ تفویض مقاصد اور نوعیت کے اعتبار سے کئی قسم کی ہو سکتی ہے۔

اس طریقہ سے طلبہ میں تحقیق و جستجو کی عادت پڑ جاتی ہے جو اسلامیات میں ضروری ہوتی ہے۔ اس سے طلبہ کی انفرادی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی ہے اور وہ زیادہ شرکت کرتے ہیں۔ اگر تفویض کردہ کام طلبہ کو مقاصد کی نشان دہی کرنے اور بہتر

رہنمائی کرنے کے بعد دیا جائے تو اس سے طلبہ بہتر تعلیم پاتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔ اسلامیات میں استاد آیات قرآنی یا موضوعات اسلامی کی تشریح و توضیح مناسب انداز میں کرنے کے بعد طلبہ کو ایسی تشریحوں اور تفسیروں کی طرف متوجہ کر سکتا ہے جو طلبہ کے لیے موزوں ہو۔ یہ طریقہ آیات کی تفسیر و تشریح، معاشرتی آداب اور معاشرتی اخلاقیات کے بارے میں اختیار کر سکتے ہیں۔ اسلامی معاشیات، سیاسیات اور قانون اور شہریت پر بھی متفرق معلومات جمع کی جا سکتی ہیں۔

طریق کار

اس طریقے کو تالیفی طریق بھی کہتے ہیں۔ طلبہ دیے گئے موضوع پر مضمون یا مقالہ تحریر کرتے ہیں۔ بعض دفعہ دو یا دو سے زائد طلبہ مل کر اسے تحریر کرتے ہیں۔ استاد ہر مرحلہ پر طلبہ کی نگرانی کرتا ہے یعنی موضوع کے چناؤ، خاکے کی تیاری، کتابوں اور رسالوں یعنی ماخذوں کی فہرست کی تیاری میں مدد دینا۔ اسی طرح ان کی تحریر دیکھ کر مشورہ دینا اور غلط یا نامکمل تفصیلات درست کرنا، اسی طرح واقعات کی چھان بین اور تصدیق میں مدد دینا شامل ہے۔ اس کے لیے استاد کو چاہیے کہ طلبہ کو وسیع مطالعے اور معلومات کو ترتیب دینے کا سلیقہ سکھائے۔ اس کے لیے اچھی کتابوں کی فراہمی اور خود لائبریری کا جائزہ لے کر بتائے کہ فلاں موضوع کے لیے کون سی کتاب بہتر ہے۔

استاد طلبہ کو لکھے ہوئے مسودے پر مناسب اصلاح اور حسب ضرورت کسی مسئلہ کی تشریح و توضیح کرتا ہے۔ مثال کے طور پر "اسلام میں نظام حکمرانی کے طریقے" پر طلبہ کو تین سے زائد کتابیں مع درسی کتاب بتا کر انھیں نظام حکمرانی کے مختلف پہلوؤں، مثال کے طور پر خلافت، امامت اور طریق انتخاب جیسے موضوعات پر مواد جمع کرکے مقالہ لکھنے کے لیے کہہ سکتا ہے۔ طلبہ کو یہ بھی بتا سکتا ہے کہ قرآن، حدیث اور فقہ کی کتابوں میں کیا لکھا ہے اور وہ دوسری کون سی کتابوں سے مدد لے سکتے ہیں۔ ساتھ ہی طلبہ کو مطلوبہ مقالے کی ضخامت کے بارے میں بھی بتا دے گا۔ عام طور پر یہ طریقہ کافی وقت طلب ہوتا ہے، اس لیے موضوع مختصر اور ضخامت مقالہ کم رکھی جائے۔

تفویضی طریقے کی خوبیاں

1۔ طلبہ میں کتابوں کا مطالعہ کرنے اور اپنے اسلاف کی تحریروں کا مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

2۔ طلبہ میں اسلامی موضوعات کے بارے میں معلومات جمع کرنے اور جاننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

3۔ طلبہ اسلامی اصولوں کے عین مطابق اپنے وقت کو بے کار اور غیر مفید باتوں میں ضائع کرنے سے بچ جاتے ہیں اور اس کا صحیح اور درست طریقے سے استعمال کرنا سیکھ جاتے ہیں۔

4۔ طلبہ کی مجموعی لیاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔

5۔ طلبہ کی تحریری قوت اور صلاحیت کی بہتر طور پر نشوونما ہوتی ہے۔

6۔ طلبہ ایک موضوع کے بارے میں مختلف حوالہ جات کا مطالعہ کرتے ہیں جس سے ان میں تنقید اور تبصرے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

7۔ طلبہ کو اگر تفویض کی اہمیت واضح کی جائے تو وہ دلچسپی اور شوق سے کام کرتے ہیں اور اس طرح وہ خود عملی طور پر آموزش میں شریک ہوتے ہیں۔

8۔ طلبہ صرف پڑھنے اور سننے کی بجائے خود اپنے طور پر مواد کو اکٹھا کر کے ترتیب سے نوٹ کرتے ہیں۔ عام طریقوں سے یاد کرنے کی نسبت اس طرح ان کا تعلم پختہ ہوتا ہے اور کافی دیر تک ذہن میں موجود رہتا ہے۔

9۔ طلبہ میں تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی ہے کیونکہ وہ کتاب سے رٹنے یا استاد کے بولے ہوئے الفاظ کو لکھنے یا یاد کرنے کی بجائے خود اپنے الفاظ میں معلوماتی مواد کو تحریر کرتے ہیں۔

تفویضی طریقے کی خامیاں

اس طریقہ میں کئی خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

1۔ طلبہ کو چونکہ عام موضوعات پر تفویض دی جاتی ہے، اس طرح طلبہ کتابی کیڑے بن کر رہ جاتے ہیں۔

2۔ استاد صرف موضوع چن کر اور رہنمائی کر کے بے فکر ہو جاتا ہے تو طلبہ ناپختہ ذہن کی بدولت بہتر طور پر فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

3- اکثر ذہین طلبہ کام میں دلچسپی تو لیتے ہیں مگر درمیانے یا کم ذہین طلبہ دوسروں کی نقل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان میں نقل کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

4- اکثر اوقات کتابوں کی عدم دستیابی سے طلبہ کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا' صرف وقت ضائع ہوتا ہے۔

5- اس طریقہ کا دورانیہ بہت لمبا ہوتا ہے اور اس طرح نصاب پر عبور حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

4.6- سیاحتی طریقہ

تعلیم اور تعلم صرف سکول کی چار دیواری تک ہی محدود نہیں اور طلبہ کی تعلیمی بنیاد کو وسعت دینے اور مستحکم بنانے کے لیے حتی الامکان براہ راست تجربات کے مواقع بہم پہنچائے جائیں اور وہی تعلم (آموزش) مستحکم اور پائیدار ہوتا ہے جس میں طلبہ خود ذاتی مشاہدہ کر کے اور سرگرمی سے شریک ہوں۔ سیاحتی طریقہ میں سیر کے ذریعے طلبہ کو روایتی طریقوں سے ہٹ کر تعلیم کے تجربات کرائے جاتے ہیں۔ سیرو تفریح ویسے بھی عرصہ قدیم سے علم حاصل کرنے کا مقصد اور مشہور ذریعہ ہے۔ اکثر نامور مفکرین تعلیم و معلمین اخلاقیات کی زندگی کا زیادہ تر حصہ سیرو سیاحت میں گزرا۔ شیخ سعدیؒ نے ساری عمر سیرو سیاحت میں گزار دی اور ان کی عملی زندگی کا ایک ایک لمحہ قابل ذکر ہے۔

بچے فطری طور پر سیرو تفریح کے بہت دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس طرح سیاحتی طریقہ کے ذریعے ان کو کتابوں اور جماعت کی نسبت زیادہ بہتر انداز میں معلومات اور واقفیت عامہ پہنچائی جا سکتی ہیں۔ اس کا مقصد طلبہ کو عینی مشاہدات اور ذاتی تجربات کے فوائد سے بخوبی آگاہ کرنا ہے۔ اس لحاظ سے تعلیمی سیر یا پکنک کا مقصد تعلیم و تربیت ہونا چاہیے۔ اسلامیات میں بھی کئی طریقوں کی طرح اس طریقہ سے بھی تدریس کا کام بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں بچہ آزادی اور باہمی میل جول کے ذریعے خود مشاہدہ کر کے تعلیم پاتا ہے۔ تعلیمی سیر میں کئی طرح کی سیر آ جاتی ہے جن میں تاریخی مقامات' بڑی درس گاہیں' قدرتی مناظر اور تعلیمی اہمیت کے حامل اہم مقامات

قابل ذکر ہیں۔

تعلیمی سیر کے لیے اقدامات / ضروری امور

تعلیمی سیر چونکہ سیاحتی طریقہ میں ایسا ذریعہ ہے کہ بچے خود کسی شے کی معلومات اور نوعیت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر معلوم کرتے ہیں اور یہ اس وقت کامیاب طریقہ بن سکتا ہے جب اس کا اہتمام کرتے وقت چند بنیادی امور کو مدنظر رکھ کر منصوبہ بندی کی جائے۔

1- بچوں کی عمر سے مناسبت

تعلیمی سیر کا پروگرام بچوں کی عمر اور ذہنی سطح کی مناسبت سے بنایا جائے مثلاً" چھوٹے بچے دو تین گھنٹوں کی سیر کے بعد بیزار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کو آبادی میں ہی قریبی مقام پر لے جایا جائے۔ اسی طرح پروگرام ان کی مناسبت سے ترتیب دے کر ان کے آرام' دلچسپی اور دیگر ضروریات کو مدنظر رکھ کر بنایا جائے۔

2- سیاحت کی غرض و غایات

سیاحتی طریقہ کی کامیابی تب ہی یقینی ہے کہ جب طلبہ اور اساتذہ کو اس سے حاصل ہونے والے مطلوبہ مقاصد اور فوائد کا علم ہو اور اس کی تعلیمی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو کیونکہ تعلیمی غرض و غایات کی وضاحت کے بعد طلبہ بہتر طور پر اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

3- مناسب تعداد طلبہ

تعلیمی سیر میں شریک طلبہ کی تعداد مناسب ہو تاکہ ان کو بآسانی کنٹرول کیا جا سکے اور دوسرا ان کے لیے انتظامات میں دشواری حائل نہ ہو۔ جب تعداد زیادہ ہوئی تو سارا وقت ان کی دیکھ بھال اور سنبھالنے میں صرف ہو گا اور اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔

4- سفر کا خاکہ/ منصوبہ

جس سفر یا سیر کے لیے جا رہے ہوں پہلے اس کا خاکہ تیار کر لینا چاہیے اور ہر طالب علم کو بتا دینا چاہیے کہ کس کس مقام پر جانا اور کتنے کتنے وقت تک رکنا ہے۔ اسی طرح کھانا کھانا' رات کا قیام وغیرہ کس جگہ کیا جائے گا۔ اس طرح طالب علم مقامات کی نسبت سے اپنے ساتھ ضروری سامان رکھ لیں گے اور ذہنی طور پر پہلے سے آمادہ ہوں گے اور سیر کے دوران کسی طالب علم کو دشواری پیش آنے کے سلسلے میں کوئی امکان اور شکوہ بھی نہیں ہو گا۔

5- وقت کا تعین اور ذریعہ آمدورفت

سفر کے لیے وقت کا تعین پہلے سے کرنا ضروری ہے۔ اس طرح وقت کو مناسب تقسیم کر کے سیر کا پروگرام مرتب کیا جا سکے گا اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کرنا کہ وقت کی مناسبت سے کون سا ذریعہ آمدورفت بہتر رہے گا۔ اس کے لیے سیر کے مقام کی جغرافیائی نوعیت اور راستے کا علم ہونا چاہیے اور وہ ذریعہ اختیار کیاجائے کہ طلبہ اس سے کسی مشکل یا بوریت کا شکار نہ ہوں اور اس مقام کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لینی چاہیے۔

6- اخراجات کا اندازہ

تعلیمی سفر کے اخراجات کا اندازہ پہلے کرنا بہت ضروری ہے کہ ہر طالب علم پر کتنا خرچ آئے گا اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ طلبہ پر یہ خرچ بوجھ تو نہیں بنے گا۔ یہ بہتر ہو گا کہ کسی اتفاقی ضرورت یا ایمرجنسی کے لیے اضافی رقم رکھ لی جائے۔

7- سفر کے لوازمات اور والدین کی رضامندی

تعلیمی سیر پر جانے سے قبل افسر مجاز سے اجازت حاصل کی جائے اور مقام و سفر کی مناسبت سے ضروری سامان کی وضاحت کر دی جائے۔ مثلاً" بستر' لباس اور دیگر اشیاء وغیرہ۔ اسی طرح جس مقام کی سیر کے لیے جا رہے ہیں وہاں کے حکام سے

اجازت و رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں ان کو اطلاع دینا آسان ہو نیز بچوں کے والدین کو پوری نوعیت بتا کر پیشگی رضامندی حاصل کر لی جائے۔

8- بچوں کی شراکت اور گروپ امیر

بچوں کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر دیاجائے اور پھر موزوں طالب علم کو ہر گروپ کا الگ الگ امیر مقرر کیاجائے اور ہر امیر کو ان کی ذمہ داری اور طلبہ کو اس کی بات ماننے کی تلقین کی جائے۔ اس طرح طلبہ استاد کی معاونت کریں گے اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو گا۔ دیگر بچے انتظامات خود کرنے میں خوشی اور فخر محسوس کریں گے' استادان کی رہنمائی ضرور کرے۔

9- نظم و ضبط

بچوں کو مناسب آزادی دی جائے تاکہ وہ آزادی سے گھوم پھر سکیں اور کسی قسم کی بے جا پابندی لگانے سے گریز کیا جائے تاکہ وہ تعلیمی سیر سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو سکیں۔ البتہ بے جا آزادی سے گریز کیا جائے اور نظم و ضبط کو ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہیے تاکہ کسی قسم کی دشواری یا ناخوش گوار بات پیش نہ آئے۔

10- تعلیمی سیر کے دوران نماز

چونکہ اسلامیات کی تدریس میں تعلیمی اہمیت کے ساتھ ساتھ اسلامی روایات اور تربیت کو بھی مدنظر رکھا جائے چنانچہ سیر کے دوران نماز کا مناسب بندوبست کیا جائے اور نماز کو قضا نہ کیا جائے تاکہ طلبہ کو پتہ چل سکے اور عملی طور پر بھی آگاہ ہو سکیں کہ سفر کے دوران نماز کی ادائیگی کس طرح ہوتی ہے اور کسی حالت میں اس کا قضا کرنا اچھا فعل نہیں ہے۔

11- معلومات کو قلم بند کرنا

تعلیمی سیر سے قبل استاد ہر طالب علم کو بتا دے کے اس سفر کی روئیداد ہر بچہ لکھے گا اور اپنے سفر کے تاثرات کو قلم بند کرکے پھر ہر بچہ کلاس میں استاد کو پیش کرے گا۔ اس سے جہاں بچے کو لکھنے کا فن آئے گا وہاں اس سفر کی معلومات لکھنے سے مزید پختہ ہو جائیں گے۔

12- اختتام اور جائزہ

تعلیمی سفر کے اختتام پر تمام چیزوں کو گن لینا چاہیے اور دعائے شکر مانگی جائے کہ یہ تعلیمی سیر کی ہمت اللہ نے عطا کی اور بخوبی (خیر و خیریت) ختم ہوئی اور آخر میں جائزہ لے کر ان امور کی مناسب انداز میں تبدیلی یا اصلاح کی جائے تاکہ آئندہ تعلیمی سیر سے بہتر انداز میں فائدہ اٹھایا جا سکے۔

تعلیمی سیر کی خوبیاں

تعلیمی سیر کے ذریعے اسلامیات کے مضمون کی تدریس میں بہت فوائد حاصل کیے جا سکتے۔ اہم فوائد درج ذیل ہیں۔

1- بچوں کی معلومات میں اضافہ.... تعلیمی سیر سے طلبہ کسی چیز یا مقام کے بارے میں پڑھنے اور سننے کی نسبت زیادہ معلومات حاصل کرتے ہیں اور وہ براہ راست اور صحیح معلومات اخذ کرتے ہیں۔

2- قوت مشاہدہ کی تربیت ہوتی ہے۔ طلبہ چونکہ سیر کے دوران ٹھوس تجربات کے عمل سے گزرتے ہیں اور ایسے مواقع حاصل کرتے ہیں کہ وہ براہ راست اور بغور مشاہدہ کرتے ہیں جس سے ان کی قوت مشاہدہ کی تربیت بہتر انداز میں ہوتی ہے۔

3- تصورات جو صرف ذہنی نوعیت تک محدود ہوتے ہیں' جب ان کا براہ راست مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ان کے تصورات واضح ہو جاتے ہیں اور ہر پہلو نمایاں طور پر ان کی فہم میں آ جاتا ہے اور یہ دیرپا اور پختہ ہو جاتے ہیں۔

4- سماجی ماحول اور مختلف چیزوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرتے ہیں۔ وہ

خود مشاہدہ اور ذاتی تجربات سے ان سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اس طرح ان کا تعلم پختہ ہوتا ہے۔

5- طلبہ میں جذبہ تحقیق اور تجسس بیدار ہوتا ہے اور یہ تخیل کی بنیاد ہے۔ وہ کسی شے کے بارے میں صرف پڑھنے یا سننے پر اکتفا کی بجائے خود مشاہدہ اور تحقیق کرنے کی صلاحیت اور جذبہ حاصل کرتے ہیں۔

6- طلبہ کو تعلیمی سیر سے سفر کے انتظامات اور اس کی مشکلات سے آگاہی ہوتی ہے اور انفرادی طور پر اس تجربہ کی بدولت آئندہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

7- طلبہ میں مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت اور باہمی تعاون و مشترکہ سعی کا شوق نشوونما پاتا ہے۔ یہ آئندہ عملی زندگی میں ان کو فائدہ پہنچانے کا باعث بنتی ہے۔

8- نئے لوگوں کو دیکھنے' سمجھنے اور میل جول کے ذریعے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔

درخانہ
دردانہ
Evangeline